Fikr-o-Nasar (Islamabad) 27:3 (1990)

محمد بن عبد اللہ حسن

(صومالیہ کا بابائے قوم)

سید خالد محمود ترمذی

پیدائش اور تعلیم و تربیت :

محمد بن عبداللہ حسن المعروف بہ ,,الشیخ المجنون،، یا ,,Mad Mulla،، شمال وسطی صومالیہ کے موضع بہوتلے میں اپریل ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے ۔ (۱) جہاں آپ کے دادا شیخ حسن نور جو اقادین قبیلے کی ایک ذیلی شاخ باہ جری سے تعلق رکھتے تھے اور ایک مقامی قبیلے دلبهانتے کی ایک عورت سے نکاح کر کے وهاں آباد ہو گئے تھے ۔ آپ کے والد عبداللہ کے حالات زندگی کے متعلق اگرچہ تاریخ خاموش ہے لیکن قرائن سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے محمد کی تعلیم و تربیت میں خاصی دلچسپی لی اور آپ کو ایک دینی مدرسے میں جو قرآنی مدرسہ کے نام سے مشہور تھا داخل کیا ۔ جب آپ ۱۵ سال کے ہوئے تو ہونہار محمد اسی قسم کے ایک قرآنی مدرسے میں مدرس مقرر ہو گئے اور ۱۹ سال کی عمر میں آپ کی علمیت کے اعتراف کے طور پر آپ کو شیخ کے لقب سے نوازا گیا ۔ اس کے باوجود آپ نے ایتھوپیا اور مغدیش (صومالیہ کا دار الحکومت) کا سفر کیا اور آپ صومالیہ کے مختلف شیوخ سے علم حاصل کرنے کیلئے ۱۰ سال تک محو سفر رہے (۲) ۔

شادی اور طلب علم :

۲۵ سال کی عمر میں آپ نے شادی کی اور شادی کے فوراً بعد یعنی ۱۸۸۹ء میں حج بیت اللہ اور زیارت مرقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے عازم حجاز ہو گئے(۳) ۔ جہاں آپ نے مزید علم کے حصول کے لئے ۵ سال تک قیام کیا ۔ اس دوران آپ وقفے وقفے سے صومالیہ آتے رہے ۔ آپ کے ایک سوانح نگار عبدالصبور مرزوق لکھتے ہیں کہ حجاز کے اس سفر میں آپ کے چند شاگرد اور احباب بھی آپ کے ہمراہ ہو گئے تھے ان کی تعداد ۱۳ بتائی جاتی ہے جنھوں نے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر یہ عہد کیا کہ وہ صومالیہ واپس جاکر وہاں پر قابض چاروں غیر ملکی طاقتوں (برطانوی، فرانسیسی ، اطالوی اور ایتھوپین) کے خلاف علم جہاد بلند کریں گے (۴) ۔

شیخ محمد ابن صالح الرشیدی سے ملاقات :

قیام مکہ کے دوران آپ کی ملاقات صالحیہ سلسلے کے بانی شیخ محمد ابن صالح الرشیدی سے ہوئی ۔ آپ ان کے علم و فضل سے اتنے متأثر ہوئے کہ ان سے بیعت ہوئے اور خلافت بھی حاصل کی ۔ آپ کی عربی نثر و نظم میں تحریروں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شیخ محمد ابن صالح الرشیدی نے اسلامی علوم کے حصول میں آپ کی اس قدر احسن طریقے سے تربیت فرمائی کہ آپ کو شافعی فقہ، تفسیر قرآن اور خصوصاً حدیث پر مکمل عبور حاصل ہو گیا تھا اور جب آپ صومالیہ واپس لوٹے تو آپ کو عربی زبان و ادب میں اتنی مہارت حاصل ہو چکی تھی کہ آپ عربی میں بھی شعر کہنے لگے تھے ۔

شیخ محمد ابن صالح الرشیدی :

شیخ محمد ابن صالح الرشیدی (۱۹۱۹ ـ ۱۸۵۴) اصلاً سوڈانی

تھے لیکن مکہ میں قیام پذیر تھے ۔ آپ رشیدیہ طریقے کے بانی ابراھیم بن رشید الدویحی متوفی ۱۸۷۴ء/۱۲۹۱ھ کے بھتیجے اور خلیفہ تھے جو مشہور نو صوفی اور سلسلہ احمدیہ کے بانی علامہ احمد بن ادریس الفاسی (۱۸۳٦ ۔ ۱۷۵۸) کے خلیفہ اور جانشین تھے اور آپ نے بھی شہرہ آفاق سنوسی تحریک اور سنوسی سلسلے (طریقے) کے بانی امام محمد ابن علی السنوسی (۱۸۵۹ ۔ ۱۷۸۷) کی طرح علامہ الفاسی سے مکہ میں بھی فیض حاصل کیا اور جب الفاسی کے لئے مکہ میں رھنا دشوار ھو گیا اور آپ نے مجبوراً یمن ھجرت فرمائی جہاں آپ کی وفات ھوئی تو ابراھیم ابن رشید اور سنوسی نے بھی آپ کے ساتھ یمن ھجرت کی اور آپ کی وفات تک آپ کے ساتھ رھے (۵) ۔

آپ کے تیسرے ساتھی محمد عثمان المرغانی تھے جو خود مرغانیہ طریقے کے بانی بنے ۔ اس طرح علامہ احمد بن ادریس الفاسی کے سلسلے احمدیہ سے کئی سلسلوں نے جنم لیا ۔ یعنی سنوسیہ ۔ رشیدیہ ۔ مرغانیہ اور صالحیہ ۔ اور ان سب سلسلوں کے عقائد ونظریات پر احمد بن ادریس الفاسی کی گہری چھاپ نظر آتی ہے جو روایتی تصوف کے سخت خلاف تھے اور ان میں جو بُدعات اور خلاف سنت افعال و اعمال راہ پا گئے تھے الفاسی ان کی اصلاح کے زبردست داعی تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین آپ کو اور آپ کے شاگردوں کو صوفی کی بجائے وھابی کہتے تھے (٦) ۔

صومالیہ کی مختصر تاریخ :

اس موقع پر بے موقع نہ ھوگا اگر صومالیہ کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے ۔ صومالیہ میں اسلام عربوں نے پھیلایا جو بحیرہ احمر کو عبور کرکے عدن، یمن اور حضرموت سے آئے تھے ۔ بعد ازاں منگولوں کے حملوں کی بدولت ایرانی بھی بکثرت شاش یا چاچ اور

فرغانہ وغیرہ شہروں سے نقل مکانی کرکے یہاں آئے۔ ابن خلدون نے کتاب العبر میں اس کی تفصیل دی ہے (۷)۔ عربوں اور ایرانیوں نے صومالیہ کے شمالی ساحل پر جو جزیرہ نما عرب کے سامنے واقع ہے تجارتی کوٹھیاں تعمیر کیں جو بحیرہ ھند کے ساتھ ساتھ جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک زمانہ تھا کہ صومالیہ کے شمالی ساحل پر واقع بندرگاھیں مثلاً بندز میط۔ بندر قاسم اور ذیلع جنوبی ساحل کے مقدیش (موجودہ صومالیہ کا دار دارالحکومت) مارکہ اور براوا جیسے بڑے شہروں کا مقابلہ کرتی تھیں۔ ازمنہ وسطی میں یہاں کے باشندے روز بروز اسلام کی طرف مائل ہوتے گئے اس وجہ سے بھی کہ انھیں اپنے پرانے حریف یعنی حبشہ کے عیسائیوں سے اکثر برسرپیکار رھنا پڑتا تھا اور سولھویں صدی کے معرکوں خصوصاً احمد جبران کی مہم کے بعد صومالیہ مکمل طور پر مسلمان ملک بن گیا۔

صومالیہ میں یورپی اقوام کی آمد :

انیسویں صدی سے قبل یورپی اقوام کا صومالیہ سے رابطہ یہاں کے منہ زور ساحلوں پر اپنے تباہ شدہ جہازوں کے ملاحوں کو بچانے کے لئے ہوتا تھا۔ بہرحال ۱۸۴۰ء کے بعد ان اقوام نے صومالی ساحلوں پر عثمانی سلطنت کے پرانے دعوے کو نظر انداز کرکے یہاں اپنے سیاسی اثر و نفوذ کو بڑھانے کے متعلق سوچنا شروع کیا (۸)۔ انیسویں صدی میں جب تمام عالم اسلام پر زوال کے سائے دراز ہونا شروع ہوئے اور یہ مختلف یورپی اقوام کی سامراجی اور نو آبادیاتی سازشوں کا شکار ہوا تو صومالیہ بھی رفتہ رفتہ دو یورپی اقوام کی نو آبادی بن گیا۔ ایک اطالوی صومالیہ کہلایا اور دوسرا برطانوی صومالی لینڈ پروٹیکٹوریٹ (British Somali Land Protectorate)۔

موجودہ صومالیہ :

موجودہ صومالیہ مذکورہ بالا دو نو آبادیوں پر مشتمل ایک بڑا ملک ہے اس کی اکثر آبادی خانہ بدوش ہے لیکن کچھ لوگ بندرگاھوں ، دیہاتوں اور دریائے جبہ و دریائے ویبی شبلی کے کناروں پر مستقل سکونت بھی رکھتے ھیں ۔ ساحل سے دور اور خاردار جھاڑیوں سے اٹے ہوئے خشک میدانوں میں اسحق اور دیر جیسے بڑے قبائل آباد ھیں جنکا پیشہ گلہ بانی ہے جو اپنے مویشیوں کے ریوڑ اور اونٹوں کے گلوں کے ساتھ ان بنجر میدانوں میں اور خلیج عدن کے متوازی واقع پہاڑی سلسلوں میں چارے اور پانی کی تلاش میں سرگرداں رہتے ھیں ۔ خاص Horn of Africa میں درود قبائل آباد ھیں ۔ جنوب کی طرف آگے چلے جائیں تو دقبل، راھنوین اور حویہ قبائل کی بستیاں ھیں ۔ عرب کے خانہ بدوشوں کی طرح جفاکش صومالی اب تک چراگاھوں اور پانی کے کنوؤں کی ملکیت پر آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے ھیں ۔

احیاء اسلام :

یورپی اقوام کا علاقے میں نفوذ صومالیوں میں اسلامی شعور کے لئے مہمیز ثابت ہوا ۔ اسلامی شعور کی بیداری میں شیخ ابراھیم حسن جبارو کا بڑا ھاتھ تھا جو ایک اصلاحی تحریک کے بانی تھے جسے ۱۸۲۰ء کے لگ بھگ دریائے جبہ کے ساتھ علاقوں میں کافی عروج حاصل ہوا ۔ یہ تحریک محمد بن عبدالوھاب کی طرح روایتی تصوف کی مخالف تھی اور اپنی نوعیت کے لحاظ سے محمد بن عبداللہ حسن کی تحریک سے مشابہ اور اس کی پیشرو تھی(۹) ۔

بہرحال ۱۸۸۰ء تک صومالیہ میں قادریہ سلسلے کے صوفیاء کو کافی اھمیت اور اثر و رسوخ حاصل ہوگیا ۔ ان کے دو مرکز تھے ایک

براوا میں اور دوسرا شمال میں حبشہ کی سرحد کے قریب اقادین کے علاقے ,,حوض،، میں ۔ شمالی قادریوں کے رہنما شیخ عبدالرحمان الزیلعی متوفی ۱۸۸۲ء تھے جن کی یہ کرامت مشہور تھی کہ وہ ہاتھ کے اشارے سے مردے کو زندہ اور چیچک کی وبا کو روک دیتے تھے ۔ اور جنوب کے قادری شیخ اویس بن محمد البراوی (۱۹۰۹ ۔ ۱۸۴۷) کے مرید تھے(۱۰)۔ احیاء اسلام کی بدولت صومالی مسلمان جنوب میں قادریہ سلسلے کے علاوہ جن دوسرے طریقوں (سلسلوں) سے منسلک ہوئے ان میں دندراویہ، احمدیہ اور رفاعیہ شامل ہیں ۔ نئے ابھرنے والے سلسلوں میں نہایت اہم صالحیہ سلسلہ تھا جو اپنے مزاج اور اصولوں کے لحاظ سے قادریہ سلسلے کے سخت خلاف اور اس کا زبردست حریف تھا ۔

صالحیہ سلسلہ :

صالحیہ سلسلہ رشیدیہ سلسلے کی شاخ ہے یہ ۱۸۸۷ اور ۱۸۹۰ء کے درمیان رشیدیہ سلسلے سے جدا ہوا اور تمام جنوب مغربی عرب میں سرعت سے پھیلا اور مقبول ہوا ۔ پھر بحیرہ احمر عبور کرکے یہ صومالیہ پہنچا اور یہاں افریقی ساحل پر اسے کافی عروج حاصل ہوا جہاں اس سے پہلے اس کے پیشرو سلسلے احمدیہ اور رشیدیہ اثر و نفوذ حاصل کرچکے تھے ۔ یہاں اسے سب سے پہلے متعارف کرانے میں شیخ محمد کلید الرشیدی، اسمعیل بن اسحق العروینی اور علی بن محمد العدلی (جو ,,شیخ علی نیروبی،، کے نام سے مشہور ہیں) کی کوششوں کو زیادہ دخل ہے۔ یہ سب محمد ابن صالح الرشیدی کے خلفاء تھے ۔

صومالیہ کا جنونی ملا :

محمد ابن صالح کے تمام خلفاء میں سب سے زیادہ مشہور محمد عبداللہ حسن تھے ۔ آپ ,,الشیخ المجنون،، اور انگریزوں کے ہاں

,,Mad Mulla" کے نام سے زیادہ مشہور ھیں ۔ ملا کا لفظ سب سے پہلے برطانوی کرنل جے ۔ ھیز سیڈلر نے اپنی رپورٹوں میں استعمال کیا جو صوبہ سرحد کے آفریدی قبائل سے برسرپیکار تھا ۔ ملا کا لفظ پٹھانوں اور افغانوں میں عالم کیلئے بولا جاتا ہے لیکن انگریزوں نے اسے لفظ وھابی کی طرح ایک طعنے اور طنز کے طور پر استعمال کیا اور عموماً اس سے جاھل اور جنونی شخص مراد لیا کیونکہ ان کے نزدیک اپنے ملک و وطن کی آزادی کے لئے تمام لڑنے والے جاھل اور جنونی تھے ۔ اور ان معنوں میں محمد بن عبداللہ حسن واقعی جنونی ملا تھے ورنہ بالفاظ دیگر ان میں جنون کا کوئی شائبہ تک نہ تھا ۔ بلکہ آپ کو صومالیہ کے ایک مشہور دانشور اور اھم روحانی پیشوا کا مقام حاصل ہے (۱۱) آپ نے مکمل دو عشروں تک یعنی ۱۸۹۹ء سے لیکر ۱۹۲۰ ء تک برطانوی اور اطالوی استعمار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ۔ اسی لحاظ سے آپ کا موازنہ مراکش کے غازی عبدالکریم، الجیریا کے امیر عبدالقادر، اور لیبیا کے محمد ابن علی السنوسی کے پوتے احمد شریف السنوسی اور سنوسی تحریک کے ایک گوریلا مجاھد عمر المختار سے کیا جا سکتا ہے ۔

مہدی ھونے کا الزام :

بہت سے مصنفین نے آپ پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ آپ نے مہدی ھونے کا دعویٰ کیا ۔ حال ھی میں ایک مصری مصنف محمد معتصم نے اپنی تصنیف ,,مہدی الصومال" مطبوعہ قاھرہ ۱۹۶۳ء میں اس الزام کو پھر دھرایا ہے لیکن آپ کی اپنی تحریروں اور آپ کے مخالفین کی تحریروں سے یہ ثابت نہیں ھوتا کہ آپ نے کبھی مہدی ھونے کا دعویٰ کیا ھو ۔ یہ بھی دراصل انگریزوں کا ایک حربہ تھا کہ ھر محب وطن اور جنگ آزادی کے مجاھد پر وھابی یا مہدی ھونے کا

فتویٰ لگوا دیتے اور اس طرح مسلمانوں میں جنگ آزادی کے ہر ہیرو کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے تاکہ اس پر جان دینے والے اور اس کی ایک صدا پر لبیک کہنے والے ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ جائیں اور اس طرح تحریک آزادی ناکامی سے دوچار ہو جائے۔

خود مہدی سوڈانی کے ایک گہرے اور بے تکلف دوست نے ایک دفعہ خلوت میں اس سے پوچھا ,,تم نے مہدی ہونے کا ڈھونگ کیوں رچایا ہے" تو معلوم ہے اس نے کیا جواب دیا۔ ,,دوست اگر مجھے دشمنوں یعنی انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لئے شیطان کا بہروپ بھرنا پڑے یعنی شیطان بھی بننا پڑے تو میں اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا (۱۲)"۔

وطن واپسی اور اسلام کی تبلیغ :

۱۸۹۵ء میں محمد عبداللہ حسن براستہ عدن وطن واپس آئے۔ جب آپ بربرہ پہنچے تو آپ نے وہاں صالحیہ سلسلے کی اصلاحی تعلیمات کی تبلیغ شروع کر دی۔ آپ نے لوگوں کو تمباکو نوشی اور اسی قسم کی دیگر نشہ آور اشیاء مثلاً چائے، کافی پینے سے منع کیا (جیسا کہ شروع شروع میں برصغیر کے علماء نے بھی ان چیزوں کے پینے سے منع کیا تھا اور تمباکو نوشی تو اب بھی علماء کے ہاں معیوب ہے بلکہ اب تو حکومت نے بھی اس کے مضر اثرات یعنی کینسر ہو جانے کے باعث اس کے خلاف مہم شروع کی ہوئی ہے ، خصوصاً قـــط یاکت (ایک معمولی قسم کی نشہ آور جڑی بوٹی جو عدن اور ہارن آف افریقہ میں آج بھی مقبول ہے) چبانے والوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ اس معاملے پر تو آپ کی قاضی شہر سے بھی جھڑپ ہو گئی جس کی پاداش میں آپ کو چند دنوں کے لئے جیل کی ہوا کھانی پڑی(۱۳)۔ عبدالصبور مرزوق نے اسی ضمن میں ایک قصہ نقل کیا ہے

جس میں بربرہ کے ایک عالم کو بھی کت چبانے پر آپ نے اعلانیہ لعنت ملامت کیا۔

انگریزوں سے آپ کی نفرت :

بربرہ میں کیتھولک مشنریوں کی موجودگـــی بھی آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی جو چند صومالی یتیم بچوں کی پرورش کر رھے تھے جو بڑے ھو کر ظاھر ہے عیسائی ھی بنتے۔ آپ بربرہ میں انگریزوں کی موجودگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب آپ عدن سے بذریعہ بحری جھاز بربرہ آئے تو ایک برطانوی کسٹم افسر نے آپ کو اپنے سامان کی کسٹم ڈیوٹی ادا کرنے کو کھا تو آپ نے اس سے پوچھا ,,کیا تم نے جب تم یھاں آئے تھے کسٹم ادا کیا تھا ؟ نیز تم کس کی اجازت سے ھمارے ملک میں گھس آئے ھو ،، ؟ صومالی ترجمان نے آپ کے جواب کا انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے یہ اضافہ کر دیا کہ آپ ,,الشیخ المجنون،، (Crazy Shaykh) کے نام سے مشہور ھیں۔ یھیں سے آپ کا نام ,, Mad Mulla ،، پڑ گیا (۱۴)۔

انگریزوں کی شقاوت قلبی اور عدم رواداری کا ایک ھولناک واقعہ :

کھا جاتا ہے کہ بربرہ کے انگریز حاکـم کی رھائش گاہ ایک مسجد کے قریب واقع تھی اور نماز کیلئے فجر، ظھر اور عشاء کی اذانیں خصوصاً اس کے آرام میں مخل ھوتی تھیں۔ اس فرعون نے اذان بند کر دینے کا حکم دے دیا اور مئزنـہ پر کچھ سپاھی مقرر کر دئے کہ اگر مؤذن اذان دینے کی کوشش کرے تو اسے گرفتار کر لیا جائے۔ مؤذن سپاھیوں کی نظر بچا کر کسی طرح اذان دینے کے لئے منار پر چڑھ گیا اور اذان دینا شروع کر دی جس پر انگریز حاکم بھت برافروختہ ھوا اور اپنی رائفل اٹھا کر مؤذن پر داغ دی جو موقع پر ھی

شہید ہو گیا(۱۵) ۔ مرزوق نے اسی قسم کا واقعہ ایک مشنری سے منسوب کیا ہے(۱٦) ۔

مسلح کشمکش کیلئے تیاری :

ان واقعات کا آپ کی حساس اور غیور طبیعت پر گہرا اثر ہوا اور آپ کے دل میں غیر ملکی استعمار کے خلاف نفرت اور بڑھ گئی۔ آپ بربرہ کے سامراج زدہ اور گھٹن کے ماحول اور وہاں کے قادری سلسلے سے منسلک افراد کی بدعتوں (جن پر روک ٹوک کرنے کی وجہ سے یہ لوگ بھی آپ کے مخالف ہو گئے تھے) سے بیزار ہو کر وہاں سے اقادین کے آزاد میدانوں کی طرف ھجرت کر گئے ۔ یہ ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے (۱۷) ۔ آپ اپنے وطن بھوتلے (کریت) آگئے جہاں آپ دو سال تک رھے ۔ آپ نے اس دوران اپنے آبائی علاقے وادی نوگل کا سفر بھی کیا جہاں آپ کے چچا تایا اور بھائی آباد تھے ۔ یہیں پر آپ کو ایک روز غیر ملکی استعمار کے خلاف مسلح جدوجہد کے آغاز کرنے کا خیال پیدا ہوا ۔ لہذا آپ نے اسلحہ اور مجاھدین کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا اور صومالیہ میں غیرملکیوں کے خلاف برملا تقریریں شروع کر دیں۔ آپ نے جہاد کے لئے اسلحہ اور مال مویشیوں کی صورت میں عطیات دینے کی اپیلیں بھی کیں جن کا لوگوں نے حوصلہ افزا جواب دیا ۔ آپ نے ۱۰ اونٹنیوں کے بدلے ایک رائفل خریدنے کا اعلان بھی کیا ۔ اس طرح آغاز میں جو اسلحہ آپ کے ھاتھ آیا وہ پرانی قسم کی رائفلیں تھیں جو عدن سے بحیرہ احمر کے راستے سمگل ہو کر آتی تھیں(۱۸) ۔

جہاد کا آغاز :

مارچ ۱۸۹۹ء میں ایک ایسا واقعہ رونما ھوا جس نے آپ کو جہاد کا آغاز کرنے پر مجبور کر دیا ۔ جس کے لئے آپ دو سال سے تیاریاں کر رھے تھے ۔ ھوا یوں کہ صومالی پولیس کے ایک سپاھی نے جس کا نام ,,حرث،، تھا بربرہ سے بھاگ کر آپ کے پاس پناہ لی وہ

سرکاری رائفل بھی ساتھ لے آیا تھا ۔ بربرہ میں متعین کونسل جنرل کاڈو (Cordeaux) کو جب اس کا علم ھوا تو اس نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں مذکورہ چوری کی رائفل لوٹانے کا مطالبہ کیا ۔ آپ نے اسی خط کی پشت پر جواب میں لکھا ۔ ,,میں نے نہ تمہاری کوئی چیز چوری کی ہے اور نہ کسی اور کی جس نے آپ کی جو چیز چوری کی ہے اسی سے لیں ۔ خدا حافظ،،(۱۹) ۔ اس پر کونسل جنرل نے آپ کو تاج برطانیہ کا باغی قرار دے دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب آپ کے ساتھ رابطہ رکھنا اور آپ کی کسی قسم کی امداد کرنا خلاف قانون جرم تھا ۔ آپ چونکہ برطانوی علاقے کی حدود سے باھر رھائش پذیر تھے لہذا فوری طور پر آپ کے خلاف کوئی مہم بھیجنا خارج از امکان تھا اور پھر برطانیہ ان دنوں ,,بوئر کی جنگ،، میں الجھا ہوا تھا لہذا اتنی نفری بھی نہیں تھی کہ آپ کے خلاف کوئی فوری اقدام کیا جاتا ۔

مجاھدین کا اسلحہ اور ھتھیار :

۱۹۰۳ء تک آپ نے ۶۰۰۰ (چھ ھزار) کے قریب مجاھدین کا لشکر جمع کر لیا تھا اور ایک ھزار (بعض روایات کے مطابق دو ھزار) کمک کے طور پر کام دینے کے لئے الگ تھے جن میں سے تقریباً آدھا لشکر رائفلوں سے مسلح تھا ۔ مزید برآں یہ مقامی مسلمان درویشوں کا لشکر تھا جو اپنے پہاڑی علاقے کے ایک ایک نشیب و فراز سے بخوبی واقف تھا اور ان دشوار گذار راستوں پر چلنا جو خار دار جھاڑیوں اور درختوں سے اٹے پڑے تھے ان کے لئے معمولی کام تھا بلکہ ان کا معمول تھا ۔ پھر وہ جہاں بھی جاتے سوائے ساحلی سلطنتوں کے اکثر صومالی مسلمان خواہ وہ صالحیہ سلسلے سے منسلک نہ بھی ھوتے غیر ملکیوں کے مقابلے میں ان کی ھر ممکن اعانت و تعاون کرتے ۔ لہذا مجاھدین کو سوائے درآمد شدہ اسلحے اور ھتھیاروں کے سامان

رسد کی فراهمی کا کوئی مسئله درپیش نہیں ہوتا تھا ۔ آپ کی افواج کی وردی بھی بڑی ساده تھی ۔ سفید روئی کا لمبا سا کرته جو اکثر صومالیوں کا لباس تھا سفید پگڑی ایک تسبیح اور ایک رائفل(۲۰) یہ تھی ایک مجاهد کی وردی اور هتھیار ۔ اکثر درویشوں کے اپنے گھوڑے یا خچر تھے اور رائفلیں بھی اپنی تھیں جو فرانسیسی ساخت کی لیبلز (Lebels) لی گراس Le Gras ۱۸۷۴ ماڈل اور مارٹینی هنریز (Martiny Henrys) ہوتی تھیں ۔ بعدازاں مختلف معرکوں میں بطور مال غنیمت جو ان کے هاتھ آئیں ان میں لی میٹفورڈ (Lee Metford) امریکن ساخت کی ریمنگٹن یا ونچیسٹر وغیره شامل تھیں (۲۱) ۔ بہرحال مجاهدین کا سب سے بڑا هتھیار ان کا یه جذبه تھا که سامراج کے ظلم و جبر کے سایے میں زندگی گذارنے سے الله کی راه میں شہادت حاصل کرنا کہیں بہتر ہے ۔ بقول اقبال ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نه مال غنیمت نه کشور کشائی

اور پھر وه جن متقی پرهیزگار آبا و اجداد کے وارث تھے وه انهی کی طرح طاقت، انهی کا سا یقین و ایمان اور جنگی مہارت اور سب سے بڑھکر خدا پر بھروسه جیسے هتھیاروں سے لیس تھے(۲۲) ۔

اس کے مقابلے میں سست رو برطانوی افواج کو ایک اجنبی ملک میں لڑنا پڑ رها تھا جہاں کے راستوں اور پانی کے ذرائع سے بھی ناواقف اور پھر وهاں کی تپتی گرمیوں کی وجه سے وه سال میں صرف پانچ مہینے (جنوری سے مئی تک) لڑ سکتے تھے ۔ نیز وه بھاری بھرکم اسلحه اور ضرورت سے زیاده خوراک کی رسد سے لدی پھندی ہوتی تھیں ۔ اور یه سب سامان رسد انهیں ساحلوں سے هندی نسل کے اونٹوں پر لاد کر لانا پڑتا تھا کیونکه مقامی صومالی نسل کے اونٹ

بھاری بھرکم بوجھ اور اسباب اٹھانے سے قاصر تھے ۔ اپنے اطالوی اور حبشی حلیفوں کے درمیان رابطہ بھی کمزور تھا اور ان کے کرائے کے صومالی گائیڈ اکثر ان کو چھوڑ کر مجاھدین سے جا ملتے اور ھتھیار بھی ساتھ لے جاتے ۔

علاوہ ازیں انگریزوں نے سکھوں ، بلوچوں اور جنوبی افریقہ کے باشندوں کو بھی فوج میں بھرتی کر رکھا تھا جس کی وجہ سے ایک دوسرے کی بات سمجھنے میں بھی دقت پیش آتی تھی ۔ ان مختلف اقوام کے فوجیوں کے لئے وافر مقدار میں مختلف اقسام کی خوراک کی فراھمی نے سامان رسد کے مسائل کو مزید پیچیدہ بنا دیا تھا ۔

یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۳ء میں یکے بعد دیگرے مجاھدین کے خلاف جو فوج کشی کی اس میں موثر بارودی اسلحے اور واضح عددی برتری کے باوجود انھیں مجاھدین کی میدان جنگ میں ثابت قدمی اور نقل و حرکت میں سرعت کی بدولت سخت ھزیمت اٹھانا پڑی ۔ تیسری مہم میں تو انھیں ایسی الم ناک ناکامی کا سامنا کرنا پڑا کہ اس نے اس عبرتناک شکست کی یاد تازہ کر دی جو ۱۸۸۰ء میں مشہور برطانوی جنرلوں کو سوڈان میں مہدی سوڈانی کی بہادر افواج کے ھاتھوں ھوئی تھی (۲۳) ۔

قمبو رو پہاڑی کی لڑائی :

اس معرکے کا آنکھوں دیکھا حال ایک مجاھد درویش کی زبانی ملاحظہ ھو ۔ محمد عبداللہ حسن نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور انھیں چار الگ الگ علاقوں پر متعین کر دیا تھا۔

۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء کو صبح سات بجے دشمن کی فوج جونہی ایک چھوٹی پہاڑی پر نمودار ھوئی تو دونوں فوجوں میں لڑائی چھڑ گئی ۔ کنگز افریقن رائفلز کی کمان کرنل اے ڈبلیو وی پلنکٹ کر رھا تھا

اس نے اپنی فوج کے پیروں میں آہنی بیڑیاں ڈال رکھی تھیں تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں اور جو پیٹھ دکھاتے انھیں مار مار کر لڑنے پر مجبور کرتا تھا ۔ ہم مجاھدوں کا یہ اصول تھا کہ ہم اس وقت تک حملہ جاری رکھتے تھے جب تک دشمن کے قلب تک اندر نہ گھس جاتے کیونکہ ھمارا عقیدہ تھا کہ جو بھی شہادت سے سرفراز ھوگا وہ جنت الفردوس کی ابدی زندگی کا حقدار ھوگا ۔ جنگ سہ پہر چار بجے تک جاری رھی جنگ میں مجاھدین کو فتح ھوئی اور برطانوی فوج بدترین شکست سے دوچار ھوئی ۔ غنیمت میں بے شمار اسلحہ اور مال و متاع کے علاوہ دس میکسم (Maxim) توپیں ھاتھ آئیں جو ھمارے لئے سب سے قیمتی مال غنیمت تھیں ۔ ان کے مقتولوں کا کوئی شمار نہیں تھا کشتوں کے پشتے لگ گئے اور پہاڑی پر سے خون کی ندیاں بہہ رھی تھیں ۔ صرف چھ فوجی جانیں بچانے میں کام یاب ھوئے ۔ مجاھدین کی بھی کافی تعداد نے جام شہادت نوش کیا (۲۴) ۔

عبدالصبور مرزوق نے بھی اسی معرکے کا حال لکھا ہے ۔ اس نے مجاھدین کی تعداد ۶۴۰۰ بیان کی ہے جن میں سے ۱۴۰۰ (چودہ سو) سوار تھے اور باقی پیادہ ان میں سے ۶۰۰ (چھ سو) کے پاس رائفلیں تھیں اور باقی تلواروں نیزوں اور ڈھالوں سے مسلح تھے (۲۵) ۔

مجاھدین کو قمبورو پہاڑی ، دراتلہ اور حبیا کے معرکوں میں (جہاں برطانیہ کے ساتھ اطالوی فوج نے بھی حصہ لیا) پے درپے فتوحات حاصل ھوئیں ۔ ۱۹۰۴ء میں ایک نئی مہم جنرل ایجرٹن کی سرکردگی میں آپ کے مجاھدین کو خشک سالی کے موسم میں کھلے میدان میں جہاں پانی بھی میسر نہیں تھا گھیر کر زیر کرنے کے لئے بھیجی گئی لیکن اس کا بھی وھی حشر ھوا جو اس سے پہلی تین مہموں کا ھو چکا تھا آپ کی فوج گوریلوں کی طرح برطانوی لائنوں کے بیچ میں سے انھیں غچہ دیکر صاف بچ نکلی ۔

معاہدہ علیق :

مذکورہ بالا معرکوں میں فتوحات کے باوجود آپ کے مجاہدین کی بھی کثیر تعداد شہادت سے ھمکنار ھوئی ۔ اور آپ کو کافی جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ۔ لہذا اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے آپ کو کچھ وقت درکار تھا تاکہ آپ نئے مجاھد اور درویش بھرتی کر سکیں سامان رسد میں اضافہ اور مستقبل کے لئے بہتر منصوبہ بندی کر سکیں ۔ اسی غرض کیلئے اطالوی اور انگریزوں کے ساتھ صلح ضروری تھی ورنہ وہ کسی نہ کسی معرکے میں آپ کو الجھائے رکھتے۔

خوش قسمتی سے آپ کو ایک اطالوی ثالث مل گیا جو عربی بھی روانی سے بول لیتا تھا ۔ گیلیو پیسٹالوزا (Giulio Pestalozza) پر آپ کو بھی اعتماد تھا ۔ اسی نے اپنی حکومت اور عدن میں مقیم برطانوی نمائندوں سے کافی طویل مذاکرات کئے اور بالآخر مارچ ۱۹۰۵ء میں ان کے اور مجاھدین کے مابین معاھدہ طے کرانے میں کامیاب ھو گیا ۔ علیق کے مقام پر فریقین نے معاھدہ صلح پر دستخط کئے ۔ اس لئے یہ معاھدہ علیق کہلایا ۔ معاھدے کی شرائط یہ طے پائیں کہ اس علاقے میں اسلحے اور غلاموں کی جو تجارت محمد عبداللہ حسن کر رھے تھے وہ بند کر دیں گے نیز انگریزوں اور اطالویوں کے علاوہ حبشیوں سے بھی جنگ بند کر دیں گے ۔ ایک مثلث نما علاقے میں جس کی ایک سرحد وادی نوتل تک اور دوسری بحر ھند کے کناروں کے متوازی تھی آپ کا حق حکمرانی تسلیم کر لیا گیا ۔ یہ علاقہ وہ تھا جس پر اطالوی اپنا حق ملکیت جتاتے رھے تھے ۔ اس کے شمال میں سلطان باقر عثمان کی ریاست مجرتین تھی اور جنوب میں سلطان یوسف علی تنادید کی ریاست اوبیہ (حوبیا) تھی ۔

معاھدے کا مقصد چونکہ واقعتاً صلح نہیں تھا بلکہ فریقین ایک دوسرے کے خلاف تیاری کیلئے وقت لینا چاھتے تھے لہذا دونوں طرف

شکوک وشبہات کی فضا قائم تھی جس سے معاہدے کے ختم ہونے کا خدشہ تھا ۔ پھر اس کی خلاف ورزی سب سے پہلے حبشہ کی سرحد پر متعین آزاد اور غیر محتاط کمانڈروں نے کی جو صومالی باشندوں کے ہاتھ بھاری منافع پر سرکاری اسلحہ بیچتے تھے ۔ اس طرح ۱۹۰۸ء کے آخر تک یہ معاہدہ تقریباً ختم ہو گیا اور ایک بار پھر انگریز اور مجاہدین آمنے سامنے تھے (۲٦) ۔

محمد بن عبداللہ حسن کے خلاف کفر کا فتویٰ :

لیکن اس مرتبہ عیار فرنگیوں نے اطالویوں کی مدد سے آپ سے میدان حرب میں مقابلے کی بجائے (کیونکہ اس میں ہر مرتبہ وہ عبرتناک شکست سے دوچار ہو چکے تھے) آپ کے خلاف ایک اور حربہ استعمال کیا ۔ وہ یہ کہ نہ معلوم کس طرح انہوں نے آپ کے مرشد محمد ابن صالح الرشیدی کو یہ باور کرایا کہ سید محمد عبداللہ حسن آپ کے طریقے پر کاربند نہیں رہا ۔ اس غرض کیلئے مکار فرنگی نے محمد عبداللہ حسن کے ایک خلیفہ عبدالرشید شہری جس کا تعلق جبرتل جالو قبیلے سے تھا اور جو عدن میں مقیم تھا کو استعمال کیا وہ کسی وجہ سے آپ سے ناراض تھا وہ مکہ میں مقیم محمد ابن صالح الرشیدی سے یہ فتوی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ محمد عبداللہ حسن کو صالحیہ سلسلے سے خارج کر دیا گیا ہے اس میں آپ کے طَرز عمل اور عقائد پر سخت تنقید کی گئی تھی اور صالحیہ سلسلے کے درویشوں کو یہ ھدایت کی گئی تھی کہ محمد عبداللہ حسن سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں کیونکہ وہ مسلمان نہیں رہا ۔ یعنی آپ کے مرشد نے آپ کو دائرہ اسلام سے بھی خارج قرار دے دیا (۲۷) ۔ یعنی وھی معاملہ تھا ۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

تحریک آزادی کے ہر ہیرو کے خلاف مکار انگریزوں نے یہ چال چلی کہ نام نہاد قسم کے مفتیوں سے اس کے خلاف وھابی ہونے کا فتویٰ حاصل کیا اور اسے خوب مشتہر کیا یا اس پر مہدی ہونے کا الزام لگا دیا خواہ اس نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اگر اس سے بھی ان کا مقصد حاصل نہ ہوا تو بالآخر کفر کا فتوی لگوا دیا ۔ یہ بڑا کارگر حربہ تھا ۔

اس طرح انگریزوں کو اپنے مذموم مقاصد میں کچھ کامیابی ہوئی کہ صالحیہ سلسلے کے پیروکار دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ۔ مارچ ۱۹۰۹ء میں جب یہ فتویٰ محمد عبداللہ حسن کے ہیڈکوارٹر میں پہنچا تو مذبذب قسم کے درویش آپ کا ساتھ چھوڑ گئے ان میں آپ کا برادر نسبتی بھی تھا جو آپ کے کافی پیروکاروں کو لے کر علیحدہ ہوا ان میں خاصی تعداد شہ سواروں کی تھی ۔ صالحیہ سلسلے کے دوسرے خلفاء بھی اس فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے آپ کے مخالف ہو گئے ۔ آپ نے اس فتویٰ کے جواب میں اپنی پوزیشن کو واضح کرنے کیلئے اور اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کی تردید میں ایک طویل خط اپنے مرشد محمد ابن صالح الرشیدی کی خدمت میں لکھا جو ,,قمع المعاندین،، کے نام سے مشہور ہے(۲۸) ۔

روڈلف سلاطین پاشا کا مشن :

انگریزوں نے ۱۹۱۰ء میں سید محمد عبداللہ حسن کے ساتھ صلح کی ایک اور کوشش کی ۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے دو تجربہ کار انگریزوں کی خدمات حاصل کیں جو سوڈان میں رہ چکے تھے ۔ سر ریچنالڈ ونگیٹ جو اس وقت سوڈان کا گورنر جنرل تھا اور روڈلف سلاطین پاشا جسے مہدی سوڈانی کے درویشوں کا کافی تجربہ تھا ۔ برطانوی حکومت کو ان دونوں پر پورا بھروسہ تھا کہ یہ دونوں اپنی

شرائط پر محمد عبداللہ حسن کو صلح کرنے پر آمادہ کر لیں گے لیکن دونوں اپنے مقصد میں بری طرح ناکام ہوئے (۲۹) ۔

مذکورہ بالا مشن کی ناکامی کے اسباب وعلل پر غور و خوض کرنے کے بعد برطانوی حکومت اس نتیجے پر پہنچی کہ آپ کے خلاف مزید فوجی کارروائی کیلئےجتنی نفری اور اخراجات درکار ہوں گے وہ مطلوبہ نتائج کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوں گے لہـــذا برطانوی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ صومالیہ کے ساحلی علاقوں پر اپنے قبضے کو مستحکم کیا جائے جس کا مطلب یہ تھا کہ اندرونی علاقوں سے جن پر انگریز اپنا حق جتاتے تھے محمد عبداللہ حسن کے حق میں دستبردار ہو جائیں ۔ لہذا ھر قیسیا اور براؤ جیسے شہروں کے ساتھ بہت سی فوجی چوکیوں اور چھوٹے چھوٹے قلعوں پر محمد عبداللہ حسن کے مجاھدین نے قبضہ کر لیا ۔ اب محمد عبداللہ حسن اطالوی مقبوضہ علاقوں کو چھوڑ کر ان علاقوں میں چلے گئے تھے جن پر انگریز اپنا حق جتاتے تھے ۔ دلبہانتے کا علاقہ یعنی آپ کی ننھیال ۔ آپ نے یمن سے قابل معمار بلوا کر ان سے یہاں چند قلعے تعمیر کرائے۔

ان میں سے سب سے بڑا تالح یا تلیح کے مقام پر تعمیر کیا گیا اور یہ ۱۹۲۰ء تک آپ کے صدر مقام کا کام دیتا رہا ۔ باقی قلعے تالح کے شمال میں جدعلی اور بادیش کے مقامات پر بنائے گئے ۔ تالح کے قلعے کی تعمیر اسی انداز سے کی گئی تھی کہ پانی کے کنوئیں اور خوراک کے ذخائر سب اس کی فصیل کے اندر آ گئے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ آپ تالح کو اپنی مجوزہ مسلم سلطنت کا مستقل پایہ تخت بنانا چاھتے تھے ۔

یہ دیکھ کر متلون مزاج انگریزوں نے صرف ساحلی علاقوں پر اپنے غاصبانہ قبضے کے استحکام کی حکمت عملی پھر بدل دی ۔

انھوں نے اپنے چھوڑے ہوئے علاقوں پر دوبارہ قبضے کیلئے انڈین فوج کو صومالیہ بھیجا لیکن وہ پہلی جنگ عظیم کے بعد کہیں جاکر یہ علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو سکی(۳۰)۔

بلیک ھل (Black Hill) کی عبرتناک شکست :

بربرہ میں انڈین اور صومالی فوجوں کو اکٹھا کرنے کے علاوہ انگریزوں نے ایک صومالی شتر فوج (Somali Land Camel Corps) کے نام سے قائم کی جس کا مقصد شہر اور اس کے مضافات کی حفاظت کے علاوہ اپنے حلیف صومالی قبائل (جیسے اسحق قبیلہ)) کی امداد بھی تھا جو اکثر و بیشتر مجاھدین کے گوریلہ حملوں کا نشانہ بنتے رھتے تھے ۔ ۱۹۱۳ء میں ایک اسی طرح کے بڑے حملے کے بعد مذکورہ فوج کے ایک بیوقوف کمانڈر کیپٹن رچرڈ کورفیلڈ (جو آرام سے بیٹھنا نہیں جانتا تھا) نے بھاگتے ہوئے حملہ آوروں کا پیچھا کرنے کی ٹھانی لیکن درویشوں نے پلٹ کر کورفیلڈ کی شتر فوج پر ایسا شدید حملہ کیا کہ کورفیلڈ اور اس کے بہت سے آدمیوں کو جان سے ھاتھ دھونا پڑے ۔ اس حملے سے قبل اس کے دلبھانتے کے حمایتی اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے ۔

یہ الم ناک واقعہ انگریزوں کے ھندوستان میں بلیک ھول کے مقابلے میں بلیک ھل (Black Hill) کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی کہیں تو مسلمانوں نے اپنا بدلہ چکایا ہے ۔ اس واقعے کی یاد میں محمد عبداللہ حسن نے صومالی زبان میں ایک نظم لکھی جو آپ کی بہترین نظموں میں شمار ھوتی ہے اس کا مفہوم کچھ یوں ہے (یاد رھے کہ آپ صومالی اور عربی زبان و ادب کے بہترین ادیب مانے جاتے ھیں) :۔

اے کور فیلڈ تم تو ایک مسافر ھو جو یہاں زیادہ دیر تک
قیـــام نہیں کر سکتا تم ایسے راستے کے مسافر ھو

جہاں کوئی آرام و راحت نہیں ہے۔ تم دوسری دنیا کے مسافر ہو اور وہاں تمہارا ابدی ٹھکانہ جہنم ہوگا(۳۱)۔

دلبہانتے (Black Hill) کے مقام پر اس شکست کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۴ء میں آپ کے مجاہدین نے بربرہ اور اس کے نواح پر بھی بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ کر لیا۔

۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم اول کے خاتمے کے بعد انگریزوں کو اپنی نو آبادیات کی طرف ازسر نو توجہ کرنے کی فرصت ملی۔ ان کی نظر میں آپ کی سرکردگی اور قیادت میں مجاہدین کی تحریک آزادی ایک بہت پرانا اور بڑا تکلیف دہ مسئلہ بنا ہوا تھا۔ آپ کی پے در پے کامیابیوں نے لندن میں برطانوی حکومت کو سخت پریشان کیا ہوا تھا اسی لئے وہ آپ کے ساتھ صلح کرکے یا آپ کو کسی طرح زیر کرکے اس پریشان کن مسئلے کو ہمیشہ کیلئے اور جلد از جلد ختم کر دینا چاہتی تھی۔

آخری ضرب :

جدید اسلحے اور نئی حربی تکنیک جیسے بمبار ہوائی جہاز کی ایجاد کی مدد سے انگریزوں کو آپ پر قابو پانے کی امید نظر آئی تو انہوں نے ۱۹۲۰ء کے اوائل میں کیمل کور شتر فوج اور پیدل افواج سے جنہیں ڈی ہیوی لینڈ ڈی ایچ۔ ۹ (De Havilland DH—9) بمبار جہازوں کی مدد حاصل تھی آپ کے مجاہدین پر فیصلہ کن حملہ کرنے کا ,,مشترکہ منصوبہ،، بنایا۔ ان جہازوں کی اندھا دھند بمباری اور گولیوں کی بوچھاڑ سے آپ مجاہدین کے ہمراہ تالح اور مضافات کے قلعے چھوڑ کر مغرب کی طرف حبشہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ زمین پر بھاگتے ہوئے درویشوں کو فضا سے بغیر کسی جوابی حملے کے خوف کے نشانہ بنانا بڑا آسان تھا کیونکہ درویشوں کے پاس

بمبار جہاز یا انٹی ائر کرافٹ گنیں تو تھیں نہیں ۔ ایسے ہی کئی فضائی حملوں میں خود محمد عبداللہ حسن کئی مرتبہ بال بال بچے لیکن ایک مرتبہ جب آپ اقادین کی حدود میں داخل ہو گئے تو انگریز آپ کا تعاقب نہیں کر سکتے تھے ۔

علماء کا وفد :

یہاں پہنچ کر آپ نے اپنی تباہ شدہ درویشوں کی فوج میں شمع آزادی کے نئے پروانے یعنی نئے درویش بھرتی کرنے کی کوشش کی ۔ انگریزوں نے آپ کو ہتھیار ڈال دینے کے کئی پیغامات دیئے لیکن آپ نے ان کا کوئی واضح یا دو ٹوک جواب نہیں دیا ۔ آپ کو یہاں تک پیشکش کی گئی کہ اگر آپ ہتھیار ڈال دیں تو آپ کو مغربی عدن پروٹیکٹوریٹ (موجودہ جمہوریہ جنوبی یمن) میں جاکر صالحیہ سلسلے کے ایک سردار کی حیثیت سے آزادانہ بغیر کسی کی مداخلت کے زندگی گذارنے کی اجازت ہوگی (۳۲) ۔ یہ پیشکش آپ کو علماء کے ایک وفد کے ذریعے کی گئی جس میں صالحیہ احمدیہ اور قادریہ سلسلے کے کئی سرکردہ علماء شامل تھے ، مرزوق نے اپنی کتاب میں ان علماء کی فہرست بھی دی ہے (۳۳) ۔ جب یہ لوگ یہ پیشکش لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے اس طرز عمل پر کہ انہوں نے کافروں کی نمائندگی کی تھی کئی بار ان کو بہت شرمندہ کیا اور ان کی پیشکش کو بری طرح ٹھکرا دیا ۔

آپ کا آخری سفر :

انگریزوں اور ان کے حواریوں سے اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنے کیلئے آپ نے وفد کے جاتے ہی لسحق قبیلے پر ایک بڑا حملہ کر دیا لیکن اس حملے میں کافی درویش کام آئے کیونکہ اسحق قبیلے کے مشتعل افراد نے آپ کے درویشوں کا کافی دور تک تعاقب کیا

اور کافی جانی و مالی نقصان پہنچایا ۔ اسحق قبیلے نے بربرہ میں مقیم انگریز دستے کو بھی آپ پر حملہ کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے بادل ناخواستہ منظور کرلی ، لیکن اس دوران آپ قوانوالیمی کے مقام پر ویبی شبلی کے دھانے پر پہنچ چکے تھے — یہاں آپ نے گوریلہ جنگ کو چھوڑ کر قلعہ بنا کر جنگ کرنے کی حکمت عملی کو جاری رکھتے ہوئے چند مزید قلعے تعمیر کئے جو برطانوی مقبوضات کی حدود سے کافی دور تھے ۔ اس کے کچھ ھی مدت بعد دسمبر ۱۹۲۰ء میں ٥٦ سال کی عمر میں انفلوئنزا کے مرض سے آپ انتقال کر گئے اور آپ کے انتقال کے ساتھ ھی آپ کی قائم کردہ نوزائیدہ مسلم سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا ۔

عمر عیسی نے آپ کے آخری زمانے کی ایک نظم نقل کی ہے اس کے ایک اقتباس کا ترجمہ درج ذیل ہے جس میں آپ نے سامراجی استعمار کے زیر سایہ صومالیہ کے مستقبل کی پیشگوئی کی ہے ۔ آپ فرماتے ھیں :۔

صومالیہ کے رھنے والو ! خواب خرگوش سے جاگو
تمہاری دھرتی پر ایک آفت نازل ھوئی ہے
کافروں نے تمہیں فریب دیا ہے
جب سے تم نے انکے خلاف جہاد کرنا چھوڑ دیا ہے
انکے تحائف سے تمہاری آنکھیں خیرہ نہ ھو جائیں
وہ تو میٹھی گولیوں کی طرح زھر ہے جس کے زیر اثر
وہ تم سے تمہارے ھتھیار چھین لیں گے
اور تم اپنے دفاع سے قاصر عورت کی طرح ھوکر رہ جاؤ گے
وہ تمہارے مویشی تم سے چھین لیں گے
اور ان پر اپنی مہر ثبت کرکے خود اکیلے ان پر زندگی گزاریں گے

وہ تمہاری دولت ھتھیا لیں گے اور تمہاری دھرتی پر قابض ہو
جائیں گے
وہ یہ سب کچھ ھتھیا کر تمہارے آگے آگے ریس کے گھوڑے
کی طرح بھاگیں گے
بھائیو ! اس ملک کا کیا حال ہوگا ؟
جہاں لوگ ھر طرف ان کے غلام بن کر رہ جائیں گے (۳۳) ۔

آپ کی تحریریں

تاحال آپ کی تحریریں صومالی زبان میں شاعری تک محدود رھی ھیں ۔ لفظ تحریریں شائد ان کے لئے صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ نظمیں آپ اپنے درویشوں کے مجمع میں ان کو سناتے وہ انہیں زبانی یاد کر لیتے اور دوسرے درویشوں کو سناتے اس طرح سینہ بہ سینہ یہ نظمیں سارے ملک میں پھیل جاتیں اور اس طرح آپ کے عقائد و نظریات کی اشاعت کا سبب بنتیں ۔ کیونکہ یہ تحریریں (نظمیں) آپ کے عقائد و نظریات کا آئینہ ھیں ۔ کہتے ھیں کہ آپ نے عربی میں بھی شاعری کی ۔ بہرحال آپ کے عربی میں نثر پارے ۱۹٦۵ء تک نامعلوم تھے ۔ ۱۹٦۵ء میں آپ کی عربی نثر میں دو تحریریں منظر عام پر آئیں ان میں سے ایک ,,رسالة البمل" اور دوسری ,,قمع المعاندین" ہے ان کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک عظیم دانشور، ایک متبحر عالم دین اور اھم سیاسی رہنما تھے ۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی عربی نثر کی تحریریں مقدیس میں یا دیگر مقامات پر آباد آپ کے عزیز و اقارب کے پاس موجود ھوں جب تک وہ منصۂ شہود پر نہیں آتیں تو جو کچھ اب تک آپ کی تحریروں کے متعلق معلوم ہے وہ حرف آخر نہیں ہے۔ اس میں مزید اضافے کی گنجائش موجود ہے۔

رسالة البمل :

یہ رسالہ ۱۹۰۵ء[۳۵] میں لکھا گیا تھا اس کے شروع میں محمد عبداللہ حسن اس کے لکھنے کے دو مقاصد بیان کرتے ھیں۔ پہلا مقصد تو بمل قبیلے (بمل ایک بہادر قبیلہ تھا جو مارکہ کی بندرگاہ اور دریائے ویبی شبلی کے درمیانی علاقے میں آباد تھا) کے جیالوں کو خراج تحسین پیش کرنا ہے کہ انھوں نے ۱۸۹۶ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک اطالویوں کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا تھا۔ دوسرا مقصد اسلام کے چند اصولوں کا بیان ہے اور اس تنقید کا جواب دینا ہے جو بعض لوگ جہاد کے خلاف کرتے ھیں۔ اس کے بعد آپ نے ۱۲ نکات پر بحث کی ہے ان میں سے پہلے چار جہاد سے متعلق ھیں جہاد پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے آپ لکھتے ھیں کہ جہاد فرض عین ہے اور یہ ھر مسلمان پر ھر حال میں فرض ہے خصوصاً آج جبکہ کافروں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔ جہاد بہت ضروری ہے۔ جہاد ایک ابدی اور لابدی فرض ہے جو کسی زمانے میں معطل یا منقطع نہیں ہوتا۔ یہ بات غلط ہے کہ تصوف کے کسی سلسلے سے تعلق اور اس کے اوراد و افکار اور افعال جہاد کا نعم البدل ھو سکتے ھیں۔ اس بحث کے آخر میں آپ نے جہاد کی دو قسمیں بیان کی ھیں :

۱ ۔ جہاد اصغر یعنی غیر مسلموں کے خلاف جانی و مالی جہاد۔

۲ ۔ جہاد اکبر یا جہاد بالنفس یعنی نفس کے خلاف جہاد۔

غیر مسلموں کے ساتھ میل جول کی مذمت :

اس کے بعد آپ کی تنقید کا رخ عیسائی حملہ آوروں کی طرف ھو جاتا ہے۔ آپ لکھتے ھیں کہ بعض صومالی عیسائیوں کی شان میں رطب اللسان ھیں اور علاقے کے عوام کی خوشحالی اور آبادی میں اضافے کو ان کی طرف منسوب کرتے ھیں (جیسا کہ ھمارے بعض

بزرگ برصغیر پاک و هند پر انگریز کی حکومت کے ذکر پر آج بھی ٹھنڈی آھیں بھرتے ھیں اور اسے مثالی دور قرار دیتے ھیں) آپ فرماتے ھیں یه سب غلط اور لغو ہے۔ اسی طرح عیسائیوں یا دیگر مسلموں سے عدل و انصاف کا صدور نہیں ھو سکتا ۔ صرف قرآن و سنت پر عمل کرنے سے عدل و انصاف قائم ھو سکتا ہے۔ پھر آپ ان لوگوں کو تنبیه کرتے ھیں جو چند دنیاوی اغراض و مقاصد کی خاطر انگریزوں کو اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھتے ھیں اور ان سے لین دین کرتے ھیں ۔ وہ سخت خسارے میں ھیں ۔ وہ گھاٹے کا سودا کر رھے ھیں ۔ ان دلائل کی تائید میں آپ نے عبداللہ بن عبدالباری الدحدال کی کتاب ,,السیف البطار علی من یوالی الکفار،،(۳٦) سے طویل اقتباسات دیئے ھیں ۔

پھر آپ عیسائیوں سے میل جول اور ربط ضبط رکھنے کے خطرات سے آگاہ کرتے ھوئے ابن حجر عسقلانی کے ,,الفتاوی الحدیثه،، سے اس کا یه قول نقل کرتے ھیں ۔ جس میں انھوں نے مسلمانوں کو اپنے گھر اور اپنے چولھے عیسائیوں کے قریب بنانے سے منع کیا ہے ۔ بلکه عیسائیوں کا پڑوس چھوڑ دینا بہتر ہے اس مسئلے پر علماء کا اجماع ہے ۔

پھر آپ نے کافروں اور بے دینوں جیسے کپڑے پہننے، ان جیسے بال رکھنے اور ان کی طرح چلنے یا اپنی تہذیب و تمدن کے خلاف چلنے کی مذمت کی ہے۔ آپ کی نظر میں ان کی کتابیں پڑھنا یا ان کی تقریبات اور اجتماعات میں شرکت کرنا ناجائز ہے۔ کیونکه اس سے ان کے ساتھ محبت کا اظہار ھوتا ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیه وسلم کی حدیث مبارکه نقل کی ہے :

من تشابه القوم فھو منھم

ترجمه :۔ جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔

عقیدہ توسل :

پھر آپ وہاں کے قادریوں میں پھیلے ہوئے عقیدہ توسل کے خلاف قلم اٹھاتے ھیں۔ آپ فوت شدہ اولیاء کو وسیلہ بنانے کے سخت خلاف ھیں ۔ نتیجتاً اولیاء کے مزاروں اور قبور کی زیارت کے بھی شدید مخالف ھیں آپ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیهم اجمعین کے وسیلے کے قائل ھیں ۔ حنابلہ میں ابن تیمیہ ، ان کے عظیم شاگرد ابن تیم الجوزی ، ابن حجر اور بعض شافعی علماء اور متأخرین میں محمد ابن عبدالوهاب اور علامہ احمد بن ادریس الفاسی اولیاء کے وسیلے کے سخت خلاف ھیں اس باب میں امام ابن تیمیہ کی کتاب ,,قاعدہ جلیلة فی التوسل والوسیلة،،(٣٧) اور محمد ابن عبدالوھاب کی ,,کتاب التوحید،، اہم تصنیفات ھیں ۔

عالم اسلام میں یہ مسئلہ علماء اور صوفیاء کے مابین باعث نزاع اور بڑی اھمیت کا حامل رہا ہے اس پر بڑی بحثیں ہوئی ھیں اور ھو رهی ھیں ۔ بہت کتابیں لکھی گئی ھیں اور ھنوز لکھی جا رهی ھیں بلکہ خونریز جھڑپیں تک ہوئی ھیں اور ان جھڑپوں کا مرکز بحیرہ احمر کے پار صومالیہ سے چند سو میل دور یعنی جدہ تھا۔ اگر صالحیہ سلسلہ نہ ہوتا تو صومالیہ میں یہ تحریک شاید کسی اور ذریعے سے پھیلتی لیکن صومالیہ میں یورپی اقوام کی موجودگی کی وجہ سے یہ جھڑپیں خویریز نہیں تھیں کیونکہ صومالیہ کا اصل مسئلہ ان غاصب قابضین سے نجات حاصل کرنا تھا۔

صومالیہ میں صالحیہ سلسلے کے پیروکاروں نے اگرچہ اس مسئلے پر کم ہی قلم اٹھایا ہے لیکن قادریہ سلسلے کے حامیوں نے اسی متنازعہ

موضوع پر خوب لکھا ہے۔ جنوبی صومالیہ کے شیخ اویس بن محمد اور شیخ قاسم البراوی کے علاوہ شمالی صومالیہ کے مشہور مناظر شیخ عبداللہ بن معلم یوسف القطبی نے صالحیہ کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے شیخ القطبی کی کتاب ,,المجموعة المبارکة،، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۱۹ء جو پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے تمامتر صالحیہ کے خلاف ہے اور اس میں بہت سخت زبان استعمال کی گئی ہے مثلاً ایک کتاب کا تو عنوان ھی بڑا خونخوار قسم کا ہے۔ ,,السکینة الذبیحة علی الکلاب النبحیة،، یعنی ,,بھونکنے والے کتوں کو ذبح کرنے والی چھری،، دوسری کتاب کا عنوان ہے ,,نصر المومنین علی المردّ الملحدین،، یعنی ملحد باغیوں پر مومنین کی فتح ,, قطبی کے نزدیک ,,بھونکنے والے کتے اور ملحد باغی بڑے ملائم قسم کے الفاظ ھیں وہ انھیں بلا امتیاز صالحیہ ، وھابیوں اور امام ابن تیمیہ تک (نام لیکر) کیلئے استعمال کرتا ہے(۳۸)۔

قطبی کے نزدیک صالحیہ سلسلہ ایسا چوں چوں کا مربہ ہے جس نے اپنے اصول اور عقائد ونظریات مختلف فرقوں سے مستعار لئے ھیں مثلاً خارجیوں سے انھوں نے یہ اصول لیا ہے کہ ان مسلمانوں کی زندگیوں اور املاک پر حملہ اور قبضہ جائز ہے جو اسلام کے اصولوں پر کاربند نہ ھوں اور برائے نام مسلمان ھوں۔ شیعوں سے انھوں نے مردہ اور زندہ اولیاء میں امتیاز کا اصول اپنایا ہے۔ مرجبۃ (معتزلہ کی ایک شاخ) سے انھوں نے یہ عقیدہ لیا ہے کہ خواہ کسی شخص کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ھوں وہ محض کلمہ شہادت پڑھنے سے محو ھو جاتے ھیں ۔ وھابیوں سے انھوں نے ھر قسم کے وسیلے کی مخالفت اپنائی ہے۔ اور اسی لئے وہ لوگوں کو حج و زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے ھیں ۔ قطبی کے نزدیک وھابی اور صالحیہ ایک ھی تصویر کے دو رخ ھیں (۳۹) ۔

پھر قطبی اپنی مناظرانہ صلاحیتوں کے بل بوتے پر توسل کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء سے توسل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نیز اس کا عقیدہ ہے کہ فوت شدہ ولی جب اپنی قبر میں ہوتا ہے تو اسے ایک خاص قسم کا وجود بخشا جاتا ہے۔ جو موت و حیات کے درمیان ہوتا ہے جس سے اس کے روحانی تصرفات میں کوئی فرق نہیں پڑتا لہذا ایک زندہ اور مردہ ولی میں کوئی فرق نہیں ہوتا جیسا کہ صالحیہ، وھابیوں اور ان کے مرشد وپیشوا امام ابن تیمیہ کا زعم باطل ہے۔

قطبی محمد صالح کو روحانی پیشوا اور قطب دوران نہیں مانتا اس کے نزدیک آپ مکہ کے محض ایک شیخ ھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے بھی نہیں ھیں ۔ نیز مستند علماء شیخ محمد صالح کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے ۔ اس کا اور محمد عبداللہ حسن کا مجتہد ہونے کا دعوی بھی باطل ہے کیونکہ بقول علامہ سیوطی متوفی ۱۵۰۴ھ اجتہاد کے دروازے ۵۰۰ سال قبل سے بند ھیں ۔ وہ (شیخ محمد صالح) خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے لہذا اس کا صالحیہ سلسلہ ایک فریبی، فرعونی اور شیطانی تنظیم ہے۔ بالآخر قطبی یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اللہ کی نظر میں ایک صالحی کا قتل ۱۰۰ کافروں کے قتل سے افضل ہے(۳۰)۔

جب ایسی اشتعال انگیز تحریر صومالیہ میں منظر عام پر آئی تو صالحیہ اور قادریوں کے درمیان بڑی تلخ مناظرہ بازی شروع ہو گئی (۳۱) ۔

کتاب کے آخر میں قطبی تمباکو نوشی، کافی پینے اور کت (قط) کے استعمال کو جائز قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک صوفیاء کا وجد میں آ کر رقص کرنا ایسا ہے جیسا شادی بیاہ اور دیگر تقریبات خوشی پر رقص کرنا ۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے (۳۲) ۔

بہرحال قادریہ کے معاندانہ رویہ اور ان کی فرقہ وارانہ قسم کی تحریروں سے محمد عبداللہ حسن کے عظیم کارناموں کو جھٹلایا نہیں جا سکتا ۔ وہ بحیثیت مذہبی، سیاسی اور روحانی رہنما کے غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک اور ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے ۔ آپ نے ایک اسلامی حکومت اور ریاست کی بنیاد ڈالی ۔ آپ نے صالحیہ سلسلے کے ذریعے ایک زبردست اصلاحی تحریک اٹھائی اور افریقہ میں اپنی نوعیت کی یہ واحد تحریک تھی جس نے لوگوں میں جہاد کا ایسا جذبہ ابھارا کہ انھوں نے مسلسل ۲۰ سال تک یعنی دو عشروں تک دو بڑی طاقتوں یعنی برطانیہ اور اٹلی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انھیں اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا حالانکہ انھوں نے بے انتہا دولت اور بے شمار افرادی قوت فوجی مہموں پر صرف کی لیکن آپ نے اپنی قوم کو ان کے استحصال سے بچایا اور صومالی طرز زندگی اور اقدار کا عیسائی مشنریوں کے مقابلے میں موثر دفاع کیا ۔ اسی لئے آپ کا شمار صومالیہ کے قومی مشاہیر میں ہوتا ہے اور صومالیہ میں آپ کو بابائے قوم کا مقام حاصل ہے ۔

حــوالہ جات

۱ I.M. Lewis: The Modern History of Somaliland. London. 1965 P.65.

۲ ۔ Ibid. P. 65-6

۳ ۔ عمر عیسی ۔ تاریخ الصومال فی العصور الوسطی و الحدیثہ ۔ قاہرہ ۔ ۱۹۶۵ء صفحہ ۵۵ ۔

۴ ۔ عبدالصبور مرزوق ۔ ثائر من الصومال الملا محمد عبداللہ حسن ۔ قاہرہ ۔ ۱۹۶۳ء ۔ ص ۱۴ ۔

۵ ۔ امین ریحانی ۔ ملوک العرب جلد ۱ ، بیروت ۱۹۵۱ء ، ص ۸ ۔ ۲۸۰

۶ـ J.S. Trimingham: Sufi Orders in Islam. Oxford. 1971. P. 114.

۷ـ کتاب العبر جلد ششم ص ۱۰۷

۸ـ جلال یحیی : التنافس الدولی فی بلاد الصومال ـ قاهره ـ ۱۹۵۹ ، ص ۷ـ ۶۷

۹ـ L.V. Casanelli: Migration, Islam and Politics in Somali Benoadir. 1843, P. 11.

۱۰ـ عبدالرحمان القادری: جلاء العینین فی مناقب الشیخین ـ مصر جلد دوم ـ

۱۱ـ B.G. Martin: Muslim Brotherhoods in 19th Century Africa. London 1976. P. 179.

۱۲ـ مہدی سوڈانی ص ۸۱ ـ

۱۳ـ ثائر من الصومال ، ص ۹ ـ ۱۸ اور Lewis: Somaliland P. 66.

۱۴ـ عمر عیسی : تاریخ الصومال ، ص ۶۵ ـ

۱۵ـ عمر عیسی : تاریخ الصومال ، ص ۶۱

۱۶ـ ثائر ص ۲۰ ـ

۱۷ـ عمر عیسی تاریخ الصومال ص ۶۳

۱۸ـ ایضاً ص ۶۳

۱۹ـ D. Jordine: The Mad Mulla of Somaliland. London, P. 4.

۲۰ـ Moyse-Bartlet: King's African Rifles. P. 164 and Somaliland P. 68.

۲۱ـ Ibid. P.178.

۲۲ـ عمر عیسی : تاریخ الصومال ص ۶۶ ـ

۲۳ـ Moyse-Bertlet: King's African Rifles. P. 178-81.

۲۴ـ عمر عیسی : تاریخ الصومال ص ۷۵ـ

۲۵ـ ثائر ص ۱ ـ ۵۰

۲۶ـ Jordine. Mad Mulla of Somaliland P. 183-6.

۲۷ـ عمر عیسی : تاریخ الصومال ص ۸۰ ـ ۹۷ اور Jordine. Mad Mulla of Somaliland P. 184.

۲۸ـ عمر عیسی : تاریخ الصومال ص ۱۰۳ ـ ۹۹ ـ

۲۹- Lewis: Somaliland: P. 75.

۳۰- Lewis: Somaliland P. 77.

۳۱- I.M.Lewis: Somali Poetry-An Introduction. Oxford, 1964 P. 70-4.

۳۲- Moyse-Bartlet-King's African Rifles. P. 425-433.

۳۳- ثائر من الصومال ص ۲۰۳ -

۳۴- عمر عیسی : تاریخ الصومال ص ۱۲۶

۳۵- عمر عیسی : تاریخ الصومال ص ۶۵ - ۱۳۶ - اس خط کو الحاج محمد احمد لیبانی قبیلہ بمل کے پاس لیکر گئے تھے - انھوں نے اس ڈر سے کہ یہ تحریر کہیں اطالویوں کے ہاتھ نہ لگ جائے اسے زبانی یاد کر لیا تھا -

۳۶- عمر عیسی : تاریخ الصومال ص ۵ - ۱۵۲ - عبداللہ بن عبدالباری الدحدال کی کتاب کا ذکر Sarkis نے اپنی معجم المطبوعات مطبوعہ مصر جلد اول کے صفحہ ۴۹۵ پر کیا ہے - یہ کتاب ۱۸۵۶ء میں مصر سے شائع ہوئی -

۳۷- قاعدہ جلیلۃ فی التوسل و الوسیلہ قاہرہ ۱۹۵۳ء ص ۶ - ۲۵

۳۸- القطبی مجموعہ حصہ اول ص ۶ - ۳۳ .

۳۹- ایضاً ص ۵۹ -

۴۰- القطبی مجموعہ ص ۲۷-

۴۱- E. Ceruli. Somaliya. London, 1957. P. 199.

۴۲- القطبی - مجموعہ ص ۱۳۷